السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

علمائے دین عقیقہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ وہ واجب، سنت یا مستحب ہے اور اس کے کیا کیا احکام ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جمہور کے نزدیک عقیقہ کرنا سنت ہے واجب نہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے، مگر قول جمہور زیادہ صحیح اور درست ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کرنا ثابت ہے اور اس کا ترک ثابت نہیں نیز جب وجوب کی کوئی دلیل نہیں تو سنت ہوا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بغیر ترک کے ثابت ہو وہ سنت ہے جب تک کہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہ ہو اور جو حدیث میں بلفظ 'امر' وارد ہے کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرو، جیسا کہ حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مع الغلام عقیقة فأہریقوا عنہ دما وأمیطوا عنہ الأذی)

(رواہ الجماعة الا مسلما، کذا فی منتقی الاخبار، صحیح ابن ماجہ البانی 2/206، ترمذی البانی 2/92، ارواء الغلیل حدیث 1171 بیہقی 8/299)

لڑکے کے پیدا ہونے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے ایذا کو (یعنی حجامت وغیرہ بنواکر) دور کرو۔ مسلم کے علاوہ جماعت نے روایت کیا۔"

یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے کہ اس سے وجوبِ عقیقہ پر دلیل لائی جائے، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے (جو آئندہ آئے گی) کہ جو شخص عقیقہ کرنا چاہے کر لے، اس اختیار دینے سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ حدیث سابق کے امر کے صیغہ کو وجوب پر محمول نہ کیا جائے، تاکہ دونوں حدیثوں میں مطابقت ہوسکے۔

احناف کے نزدیک عقیقہ کا حکم:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عقیقہ مستحب ہے سنت نہیں، مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ کسی فعل میں شرع کی طرف سے اختیار سنت کے مخالف نہیں، اس لئے کہ سنت میں بھی اختیار حاصل ہوتا ہے، بلکہ مستحب وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی لیا اور کبھی چھوڑا ہو۔ کما لایخفی علی الماہر بالاصول

قولہ "فأہریقوا عنہ دما" تمسک بہذا و بقیة الاحادیث القائلون بانہا واجبة، وہم الظاہریة والحسن بصری، وذہب الجمہور من العترة وغیرہم الی انہا سنة وذہب ابوحنیفة الی انہا لیست فرضا ولا سنة، وذہب ابوحنیفة الی انہا لیست فرضا ولا سنة، وقیل انہا عندہ تطوع، احتج الجمہور بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحب أن ینسک عن ولدہ, فلیفعل، وسیأتی، وذلک یقتضی عدم الوجوب لتفویضہ الی الاختیار فیکون قرینة صارفة لاوامر نحوہا عن الوجوب والسنیة، ولکنہ لا یخفی انہ لا منافاة بین التفویض الی الاختیار وبین الفعل الذی وقع فیہ التفویض سنة) (نیل الاوطار 5/140

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "فأہریقوا عنہ دما" اور دوسری احادیث سے قائلین وجوب نے استدلال لیا ہے اور وہ ظاہری اور حسن بصری ہیں۔ سادات جمہور اور ان کے علاوہ کے نزدیک سنت ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ" کے نزدیک نہ فرض ہے نہ سنت اور کہا گیا کہ ان کے نزدیک نفل ہے۔ جمہور نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "جسے پسند ہو کہ وہ اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرے تو وہ کرلے" جو آئندہ آئے گا، اور اختیار دینا عدم وجوب کا متقاضی ہے، سو یہ ایسا قرینہ صارفہ ہے جو اس قسم کے اوامر کو وجوب سے استحباب کی طرف تحویل کر دیتا ہے اور اس حدیث سے عدم وجوب سے سنیت کا استدلال کیا گیا ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فعل اختیاری اور فعل (مسنون میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" (نیل الاوطار

عقیقہ کا وقت:

بچہ پیدا ہونے کے ساتویں، چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا بہتر ہے۔

عن سمرة رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل غلام رہینة عقیقتہ تذبح عنہ یوم سابعہ ویسمی فیہ ویحلق راسہ۔ رواہ الخمسة والترمذی۔ (منتقی الاخبار) ویدل علی ذلک ما اخرجہ البیہقی عن عبداللہ بن بریدة عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العقیقة تذبح لسبع ولاربع عشرة ولاحدی و عشرین ([1])

(نیل الاوطار 5/140، ابن ماجہ البانی 2/206، مشکوٰة 4153، بیہقی 9/303، ابوداؤد، 2838)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈایا جائے۔ اور" "اسی طرح بیہقی میں عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عقیقہ کا جانور ساتویں، چودھویں اوراکیسویں دن ذبح کیا جائے۔

اوراگر اکیسویں دن عدم قدرت یا کسی اور سبب سے نہ کرسکے توجب قدرت ہو تو کرلے، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا [۲۸٦] ... سورۃ البقرۃ

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

اور بلوغت کے بعد والد وغیرہ سے طلب کرنے کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ بذاتِ خود اپنی طرف سے کرلے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا ہے، جیسا کہ بیہقی میں ہے:

العقیقۃ سنۃ موکدۃ ووقتہا من الولادۃ الی البلوغ ویسقط الطلب عن الأب، والأحسن ان یعق عن نفسہ تدارکا لمافات، والخبر أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد النبوۃ، لما رواہ البیہقی، وتکلم بعض العلماء بصحۃ ہذا الخبر، وسبع البدنۃ والبقر کشاۃ۔ (الشرح القویم فی شرح مسائل التعلیم ابن حجر الہیتمی الشافعی، بیہقی 9/300

عقیقہ سنت مؤکدہ ہے اور اس کا وقت ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک ہے اور بلوغت کے بعد باپ سے طلب کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا اور بہتر ہو گا کہ جو چھوٹ گیا ہے اس کا تدارک خود اپنی جانب سے عقیقہ سے کر" "لے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنی طرف سے خود عقیقہ کیا تھا (بیہقی) اور بعض علماء نے اس خبر کی صحت پر کلام کیا ہے کہ اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ایک بکری کے برابر ہے۔

([1]الشرح القدیم للہیتمی)([2]1)

لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کرنا چاہیے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ، قال: لا احب العقوق وکانہ کرہ الاسم، فقالوا یا رسول اللہ انما نسئلک عن احدنا یولد لہ، قال من احب منکم ان ینسک عن ولدہ فلیفعل عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ۔

(رواہ احمد 2/82 وابوداوٗد 2/547، والنسائی 7/162 (رواہ احمد 2/182 وابوداوٗد 2/547، والنسائی 7/162 (منتقی الاخبار، بیہقی 9/300، مصنف عبدالرزاق 4/330

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس" نام کو ناپسند کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم تو آپ سے اس بچے کے متعلق پوچھتے ہیں جو کسی کے ہاں متولد ہو آپ نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرنا چاہے تو وہ (لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ (احمد، ابوداوٗد، نسائی۔ منتقی الاخبار

وعن ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا۔ رواہ ابوداوٗد والنسائی وقال کبشین (کذا فی منتقی الاخبار (2/312) بیہقی 9/302، ترمذی البانی 2/93، ابوداوٗد 2/547، فی نسائی، کبشین کبشین وہو اصح:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے ایک ایک مینڈھا (بطور عقیقہ کے) ذبح کیا"۔ ([3]) (ابوداوٗد) اور نسائی" (نے کہا: دو دو مینڈھے (ذبح کئے) (منتقی الاخبار

اور عقیقہ کے جانور کے تمام احکام قربانی کے مثل ہیں، کیونکہ حدیث کی رو سے دونوں کے مابین کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا مگر جن عیوب سے قربانی کے جانور کا مبرا ہونا ضروری ہے (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) ان سے عقیقہ کے جانور کا مبرا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

الثانی یشترط فیہا ما یشترط فی الأضحیۃ وفیہ وجہان للشافعیۃ فقد استدل باطلاق الشاتین علی عدم الاشتراط وہو الحق لکن لا لہذا الاطلاق بل لعدم ورود ما یدل ہہنا علی تلک الشروط والعیوب المذکورۃ فی الاضحیۃ وہی احکام شرعیۃ لاتثبت بدون دلیل۔ (نیل اوطار 5/146)

دوسرا مسئلہ یہ کہ اس (عقیقہ) کی وہی شروط ہیں جو قربانی میں پائی جاتی ہیں اور اس مسئلہ میں شافعیہ کے دو قول ہیں اور دو بکریوں کے اطلاق سے شروط کے معدوم ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جو کہ صحیح مذہب ہے لیکن یہ" (استدلال اطلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ عدم دلیل کی بنا پر ہے جو ان مذکورہ شرائط وعیوب پر دلالت کریں جو قربانی میں پائی جاتی ہیں"۔ (نیل الاوطار

عقیقہ کے گوشت کا حکم:

عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی جیسا ہے یعنی کرنے والا خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے، یہ جو مشہور ہے کہ باپ عقیقہ کا گوشت نہ کھائے بالکل بے اصل ہے۔ اسی طرح عقیقہ سے دائیہ کو مروجہ طریق پر دینا ضروری نہیں لیکن اگر وہ محتاجوں کے زمرہ میں آتی ہو تو مستحق ہوگی، چنانچہ اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی ایسا ہی صادر ہو چکا ہے۔ نیز لڑکے کا سر منڈانا اس کے بالوں کے برابر چاندی وزن کرکے خیرات کرنا اور اس روز نام رکھنا بھی سنت ہے اور لوازماتِ عقیقہ سے ہے، جیسا کہ منتقی میں ہے:

(وعن أبو رافع، أن الحسن حین ولد أرادت فاطمۃ أن تعق عنہ بکبشین، فقال علیکم: لا تعقی عنہ ولکن احلقی شعر رأسہ فتصدقی بوزنہ من الورق۔ ثم ولد حسین فصنعت مثل ذلک۔ (رواہ احمد کذا فی منتقی الاخبار) (نیل الاوطار 5/144

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف سے دو مینڈھوں کے عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ" وسلم نے فرمایا: اس کی طرف سے عقیقہ نہ کرو لیکن اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو انہوں نے وہی عمل دہرایا۔"

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کرنے سے جو منع فرمایا تھا وہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ کر دیا تھا، جیسا کہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

(قولہ "لا تعقی عنہ" قیل یحمل ہذا علی انہ قد کان صلی اللہ علیہ وسلم عق عنہ وہذا متعین لما قد منافی روایۃ الترمذی والحاکم عن علی رضی اللہ عنہ (نیل الاوطار 5/145

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کا عقیقہ نہ کرو یہ اس پر محمول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ خود کر دیا تھا اور یہ تطبیق ترمذی اور حاکم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے کی گئی ہے۔"

(عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بتسمیۃ المولود یوم سابعہ ووضع الاذی عنہ والعق۔ رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن غریب (نیل الاوطار 5/143، منتقیٰ 2/312

"حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں روز نومولود کے نام رکھنے، سر منڈانے اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔"

اور عقیقہ کی مناسبت سے یہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے روز داہنے کان میں اذان کہنی چاہیے اس میں لڑکی اور لڑکے کا ایک حکم ہے۔

عن ابی رافع قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أذّن فی أُذن الحسن حین ولدتہ فاطمۃ بالصلاۃ۔ رواہ احمد وکذلک ابوداؤد والترمذی وصححہ، وقالا: الحسن

(کذافی منتقی الاخبار 2/313، مسند احمد 6/8 مصابیح السنہ 3/146، ابوداؤد کتاب الادب حدیث 333 ترمذی البانی حسن صحیح 2/97 بیہقی 9/305، مصنف عبدالرزاق 4/336)

(قد حررہ ابو خیر محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ۔ (درشان محمد یٰسین نازل شدہ جبلپوری

اسمائے گرامی مؤیدین علماء کرام:

محمد عبید اللہ 1291ھ

فقیر محمد عبدالحق 1295ھ

الجواب صحیح، حمید اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ۔

الجواب صحیح، محمد طاہر سلہٹی۔

محمد عبید اللہ، مصنف تحفۃ الہند۔

عقیقہ سنت ہے اگرچہ کیفیت وکمیت میں سہولت ہے۔ امیر احمد پشاوری

الجواب صحیح۔ ابو القاسم محمد عبدالرحمٰن۔

یہ جواب صحیح ہے۔ حررہ ابو علی محمد عبدالرحمٰن الاعظم گڑھی المبارکفوری۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح حررہ ابو عبداللہ فقیر اللہ متوطن ضلع شاہپور پنجاب

مجیب صاحب نے جواب محققانہ دیا ہے اور بہت صحیح ہے لیکن یہ ضرور یاد رکھیں کہ عوام الناس بلکہ بعض خاص میں بھی یہ مشہور ہے کہ لڑکے کے لئے نر اور لڑکی کے لئے مادہ چاہیئے تو یہ قطعاً غلط اور بے اصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے خواہ نر ہو یا مادہ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یضرکم ذکرانا او اناثا۔ کذافی ابی داود والترمذی والنسائی والمشکاۃ وغیرہا وکذافی الشروح الکبار مثل فتح الباری وغیرہ (ترمذی 2/92 ارواء الغلیل 4/391، مشکوٰۃ البانی 2/1208

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے کوئی حرج نہیں خواہ نر ہو یا مادہ۔" (ابوداود، ترمذی وغیرہ"

"اور اذان کا حکم یہ ہے کہ داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولود اُم الصبیان (ایک بیماری ہے جس سے غشی کے دورے پڑتے ہیں) سے محفوظ رہے گا۔

فی مسند ابی یعلی الموصلی عن الحسین رضی اللہ عنہ مرفوعا من ولدلہ ([4]) ولد فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ یسری لم تضرہ ام الصبیان ([5]) رواہ فی جامع الصغیر وکذافی المرقاۃ وفی شروع السنۃ: ان عمر بن عبدالعزیز کان یؤذن) فی الیمنی ویقیم فی الیسری اذا ولد الصبی۔ انتہی

مسند ابو یعلی الموصلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کے دائیں کان میں اذان کہے اور بائیں میں اقامت تو اس بچہ کو ام الصبیان (بیماری) نقصان نہیں دے گی۔ نیز شرح" (السنۃ میں ہے کہ حضرت ([6]) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہتے تھے۔" (شرح السنہ 11/273

عقیقہ ساتویں روز کرنا ہی سنت ہے جس طرح سے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ ساتویں، چودھویں اور اکیسویں روز عقیقہ والی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف ہے اور اس کے ضعف کا سبب اسماعیل بن مسلم المکی ہے جس کے بارے میں صاحب بلوغ الامانی نے کہا ہے : وہو ضعیف لکثرۃ غلطہ و وہمہ ۔ کہ وہ اپنے کثرتِ اغلاط و اوھام کی بنا پر ضعیف ہے ۔ (بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی، ج 13 ص 129) (خلیق [1]

(الف) عقیقہ میں قربانی کی طرح حصے نہیں ہو سکتے: [2]

عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرتے ہوئے اونٹ اور گائے میں اشتراک کرنا مشروع نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک اہم فرق ہے وہ یہ کہ:

عقیقہ میں خاص بچے کی طرف سے خون بہایا جاتا ہے جو کہ اصل مقصود ہے اور یہی چیز قربانی میں اشتراک سے مانع ہے، جبکہ ایک قربانی خواہ ایک بکری ہو تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے ۔ اسی سے متعلق حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

(ولکن سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق واولی ان تتبع وہو الذی شرع الاشتراک فی الھدایا، وشرع فی العقیقۃ عن الغلام دمین مستقلین لایقوم مقامھما جزور ولا بقرۃ (تحفۃ المودود باحکام المولود ص 57

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی حقیقت میں اس لائق اور استحقاق رکھتی ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے قربانی میں اشتراک (حصوں) کو مشروع قرار دیا ہے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عقیقہ میں بچے کی طرف سے دو مستقل خون بہانے مقرر فرمائے ہیں ۔ اونٹ اور گائے ان دونوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتے ۔

(ب) عقیقہ میں صرف دو بکرے یا بکریاں ہی سنت ہیں:

عقیقہ میں سنت کے مطابق " عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ" بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنی چاہیے ۔ دوسرے جانور مثلاً اونٹ گائے وغیرہ کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تھا ۔ جیسا کہ "ارواء" میں ہے : نفس لعبد الرحمن بن ابی بکر غلام فقیل لعائشۃ، یا ام المومنین عقی عنہ جزورا، فقالت، معاذ اللہ، ولکن ماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : شاتان مکافئتان (ارواء الغلیل ج 4 ص 390، وقال الالبانی اسنادہ حسن

کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا اے ام المؤمنین اس کی طرف سے اونٹ کا عقیقہ کر دیجئے! تو آپ نے فرمایا : اللہ کی پناہ! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (وہ کروں گی) دو بکریاں برابر ۔ (خلیق

(اس حدیث میں دلیل ہے کہ لڑکے کی جانب سے ایک ہی جانور پر اکتفا جائز ہے اور دو کی تعداد شرط نہیں بلکہ استحبابی ہے ۔ (تحفۃ الاحوذی 5/87) (خلیق [3]

یہ روایت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے ۔ اس سند میں جبارہ بن مغلس ضعیف ہے اور یحییٰ بن العلاء متھم بالوضع اور طلحہ بن عبید اللہ مجہول ہے ۔ مسند ابی یعلی 12/150، تحقیق مولانا ارشاد الحق اثری [4]

درست بات اَذّن فی اَذن الحسن بن علی حین ولدتہ فاطمۃ بالصلاۃ رافع عن ابیہ ۔

(مزید (مسند احمد 12/151، مصابیح 13-146، ابوداؤد ادب 5/333، ترمذی احمد شاکر 4/97، مسند احمد 6/9، شرح السنہ 11/273، مصنف عبدالرزاق 4/336، مشکوٰۃ البانی 2/1209) ۔ ۔ ۔ (جاوید

(اسے صاحب التلخیص الجبیر حافظ ابن حجر العسقلانی نے بھی اسے درج کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا ۔ بحوالہ منہاج المسلم، مرتب : للشیخ الجزائری ۔ (خلیق [5]

(عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ قال : رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَذن فی اُذن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ بالصلاۃ حین ولدتہ فاطمۃ ۔ ۔ ۔ (مصنف عبدالرزاق 4/336 [6]

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ نواب محمد صدیق حسن

صفحہ: 114

محدث فتویٰ